بنیاد پرستی

(fundamentalism)

ایک اخباری اطلاع مظہر ہے۔ کہ

"حکومت امریکہ، روس، بھارت اور چین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ عصر حاضر کا سب سے بڑا خطرہ بنیاد پرستی ہے اور ہم سب کو مل کر اپنی متحدہ کوششوں سے اس کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اسے ختم کر دینا چاہیے۔"

سب سے پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ لفظ بنیاد پرستی، اس زمانے کی ایک نئی ایجاد ہے اور مغرب میں بطور گالی کے اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں جب کہ سرمایہ دارانہ نظام شکست کھا چکا ہے اور اس نے انسانیت کو شدید بحران میں مبتلا کر دیا ہے۔ امیر امیر اتر اور غریب غریب تر ہو گئے اور سرمایہ چند ہاتھوں میں مرتکز ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ جب تک سرمایہ کسی ایک ملک میں کسی ایک طبقے کے ساتھ مخصوص رہا، بحران تو ضرور باقی تھا لیکن اس کا دائرہ محدود تھا اور صرف اس ملک کے عوام استحصال کی چکی میں پستے رہے لیکن جب یہ نظام دنیا کے دوسرے ممالک میں پہنچا تو اکثر ممالک کے آراء اس ملائیں گرفتار ہو گئے ۔ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد سیکولرازم پر استوار تھی۔ یعنی مذہب کو سیاست سے نکال باہر کیا گیا تھا اور مذہب انسان کا انفرادی معاملہ قرار پایا۔

اس نظریہ نے مذہب کو ایک بے جان لاشہ بنا دیا اور مذہب سے وابستگی کار بیکاراں قرار پائی۔ یہ اقدام کر کے سرمایہ دارانہ نظام نے مادی آسودگی کو اصل قرار دیا خواہ وہ کسی طور حاصل ہو اور دنیا کی بڑی آبادی مادیت کے سیل رواں میں بے جان تنکے کی طرح بہنے لگی لیکن تا کجے، مادی تعیّشات اور مادی برتری کی ایک حد ہوتی ہے اس حد پر پہنچنے کے بعد انسان نے محسوس کرنا شروع کر دیا کہ ہم تو ایک بند گلی میں داخل ہو چکے ہیں سب کچھ پا لینے کے بعد بھی تو ہم تہی دامن کے تہی دامن ہی رہے انسان کا باطن جاگنے لگا اور وہ یہ سوچنے لگا کہ آخر اس باطنی پیاس کو کس طرح بجھایا جائے اب اس کی مثال ایک ایسے شخص کی تھی جس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہو اور تاریک جنگل میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہو۔ باطن کی پیاس بڑھتی چلی گئی اور اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کہ کوئی چیز کھوئی گئی ہو جس کے مل جانے کا امکان دور دور تک معدوم ہو۔ اب اس نے اپنے باطن میں جھانکنا شروع کیا اور اسے احساس ہوا کہ جس چیز کی اسے تلاش تھی وہ چیز اس کے باہر نہیں بلکہ اس کے اندر ہے۔ جب وہ اپنے اندرون کی طرف متوجہ ہوا تو مادیت کی وہ تمام دیواریں جو اس نے اپنے فکر احساس کے گرد تعمیر کر رکھی تھیں زمین بوس ہونے لگیں اور وہ مادیت کی زنجیروں کو توڑنے لگا اس نے محسوس کیا کہ روحانیت کی جو دولت اس کے آباؤ اجداد نے اسے سپرد کی تھی جس نے اس کی مادی زندگی میں توازن اور اعتدال پیدا کر دیا تھا، جب تک اس کھوئی ہوئی دولت کو حاصل نہیں کیا جائے گا اس غیر متوازن زندگی میں توازن نہیں پیدا ہوگا اور زندگی کی

☆ بہ شیرین زبانی ولطف وخوشی..........توانی کہ پیلی بہ مویی کشی ☆

شب تاریک سحر میں تبدیل نہیں ہوسکتی۔ مادیت پرستوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو انہیں احساس ہوا کہ صدیوں کی محنت سے انہوں نے جو جال بنا تھا وہ بکھر رہا ہے۔ اگر شکست و ریخت کا یہ عمل کچھ دنوں تک جاری رہ گیا تو تمدن کے جو ایوان انہوں نے تعمیر کیے ہیں وہ دھڑام سے زمین پر آ رہیں گے۔

اس لیے انہوں نے اس کے لیے ایک لفظ ایجاد کیا اور سعی و بلیغ کی کہ اس لفظ کو جس قدر ممکن ہو قابل نفرت بنایا جائے اور وہ لفظ ہے بنیاد پرستی۔

ادھر اشتراکیت کی جو شامت آئی تو اس نے مذہب کو افیون قرار دیا اور اشتراکیت کا اصل الاصول الحاد کو بتایا اور اپنی گرفت میں آنے والے ممالک اور ان ممالک میں بسنے والوں کو اپنے نظام کے شکنجے میں اس طرح کس دیا کہ نہ وہ تڑپ سکتے تھے نہ فریاد کر سکتے تھے معاش پر حکومت نے قبضہ کر لیا سارے وسائل اس کے پاس تھے اور ملک کے عوام کو کولھو کا بیل بنا دیا گیا۔ زبان و قلم پر فکر و تدبر پر پہرے بٹھا دیے گئے۔ جو قومیں اس کی گرفت میں آ چکی تھیں ان کا مستقبل تاریک تھا۔ نہ صرف یہ کہ ملکی معاملات میں ان کا کوئی دخل حاصل نہ تھا بلکہ ان کے ذاتی وانفرادی معاملات بھی ان کے ارادہ و تدبیر سے باہر تھے۔ یہ جبر کی وہ بھیانک صورت تھی جس نے افکار کو معطل اور اذہان کو مختل کر کے رکھ دیا۔ اس کے خلاف جو بھی آواز اٹھی اسے بہر قیمت اور بہر صورت خاموش کر دیا جاتا۔ اس طرح شہر ویران ہوتے گئے اور سائبیریا کے اذیت خانے آباد۔ مزید جو شامت آئی تو اپنی طاقت کے گھمنڈ میں روس نے اپنی فوجیں افغانستان میں داخل کر دیں۔ روس کا خیال تھا کہ افغانستان جیسا کم ترقی یافتہ ملک ایک ہفتے کی مار بھی برداشت نہ کر سکے گا اور اس کے قدموں میں آ جائے گا روس کو یہ پتا نہیں تھا کہ جس ملک میں وہ مداخلت کر رہا ہے وہاں نور ایمان جلوہ گر ہے ایمان صرف یقین کا نام نہیں ہے بلکہ اصل ایمان اپنے اس یقین پر مر مٹنے کا نام ہے افغانیوں نے جب یہ محسوس کیا کہ روس صرف افغانستان کو زیر نگیں نہیں رکھنا چاہتا بلکہ ان کی دولت ایمان کو لوٹنا مقصود ہے تو نہتے افغانی جنگ کے میدان میں اتر پڑے۔ آخر کار ایمان کامیاب ہوا اور کفر کو پسپا ہونا پڑا لیکن آٹھ نو سال کی جنگ میں روس کو ایسی شرمناک شکست ہوئی کہ اس کے سپر پاور ہونے کا لوگوں کے دلوں پر جو ایک ہوا بیٹھا ہوا تھا وہ ختم ہو گیا اور مغربی یورپ کی ریاستیں جو جنگ عظیم دوم کے طفیل میں روس کے زیر نگیں آ گئیں تھیں اس کے قبضے سے نکل گئیں اور خود سوویت روس کی ریاستیں بھی بغاوت پر آمادہ ہو گئیں اس وقت اس کا سپر پاور ہونے کا نشہ اتر چکا ہے اور روس دنیا کے بڑے صنعتی ممالک بشمول امریکہ کے سامنے کاسۂ گدائی لیے کھڑا ہے۔ روس کے تسلط سے آزاد ہونے والے مغربی ممالک اور خود روس کی بہت ساری ریاستیں بشمول وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں کے اس وقت یہ محسوس کرنے لگی ہیں کہ ساٹھ ستر برس تک اشتراکیت نے الحاد کا جو زہر آب حیات کہہ کر انہیں پلایا تھا واقعتہ وہ زہر ہلاہل ہی ہے اور انہیں لوٹنا چاہیے اپنے ماضی کی طرف جو تابندہ بھی ہے درخشندہ و متوازن بھی۔

☆ بہ گفتار شیرین جہاندیدہ مرد ......☆...... کند آنچہ نتوان بہ شمشیر کرد ☆

چین بھی اسی بحران میں گرفتار ہے، تبت میں لاماؤں کا بحران سنکیانگ کے مسلمانوں کی دین پرستی اور خود چین کے ان علاقوں میں مذہبی بیداری سے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے چینی کمیونسٹوں کو اپنے الحاد کا انجام نظر آ رہا ہے۔

بھارت الگ دوغلے پن کا شکار ہے اگرچہ اس کے آئین کی بنیاد سیکولرازم پر ہے تاہم ۴۰/۴۲ برس گزر جانے کے باوجود ملک کی اکثریت یعنی ہندوؤں کے دلوں سے ڈھائی ہزار سالہ تعصب، ضد، قدامت پرستی اور جہالت نہیں نکل سکی۔ اگست ۱۹۴۷ء سے بھارت میں تقریباً آٹھ ہزار فرقہ ورانہ فسادات ہو چکے ہیں۔ جن میں لاکھوں مسلمان شہید اور اربوں روپے کی املاک تباہ ہو چکی ہیں۔

سینکڑوں حربے آزمائے گئے کہ مسلمانوں کو ہندو تمدن میں ضم کیا جائے مگر بقول شاعر۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائینگے

بحمد اللہ آج بھارت میں مسلمانوں کی آبادی ۱۷،۱۸ کروڑ سے متجاوز ہے اور ہزارہا مشکلات کے باوجود بھارت میں اسلام آج بھی ایک بہت بڑی طاقت ہے جس سے بھارتی حکومت خوفزدہ ہے۔ آج مقبوضہ کشمیر میں اگر صحیح معنوں میں کہیے تو حریت پسند نہیں لڑ رہے ہیں بلکہ اسلام لڑ رہا ہے جو انشاء اللہ بہت جلد کامیاب اور کامران ہوگا اور دنیا کی کوئی طاقت اسے کامیابی حاصل کرنے سے نہیں روک سکے گی۔ ادھر مشرقی پنجاب بھارتی حکومت کے لیے جہنم زار بنا ہوا ہے۔ جہاں کے سکھوں نے مذہبی بنیاد پر خالصتان کا مطالبہ کیا اور اس کے لیے بے پناہ قربانیاں دے رہے ہیں۔ بھارت عرصے سے امن کی بانسری بجا رہا ہے، وطن پرستی کے گیت گا رہا ہے مگر سکھ ہیں کہ نہیں بیٹھتے اور روزانہ دس بیس آدمی مارے جا رہے ہیں کیونکہ سکھ قوم قیام پاکستان کے وقت ایک مرتبہ ہندوؤں سے ڈسی جا چکی ہے۔ دوبارہ وہ کسی بھی منافقت کے جال میں پھنسنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ شروع شروع میں بھارت نے پاکستان کا پرالزام لگایا کہ درپردہ سکھوں کو تربیت دے رہا ہے اور پنجاب اور کشمیر میں مداخلت کر رہا ہے۔ لیکن اب دنیا کے سامنے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ بھارت کا یہ بحران اس کا اپنا پیدا کردہ ہے اور پاکستان کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ سکھوں کے حقوق غصب کئے گئے۔ انہوں نے عرصے تک انتظار کیا، لیکن جب وہ بالکل ہی ناامید ہوگئے تو انہوں نے مسلح جدوجہد کا آغاز کیا۔ اسی طرح بھارتی حکومت نے ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ کے فورم میں اقوام عالم کے سامنے وعدہ کیا کہ کشمیریوں کو حق خودارادیت دے دیں گے۔ چالیس سال تک کشمیریوں نے انتظار کیا، یہاں تک کہ بھارت نے اعلان کر دیا کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ ناامید ہو کر کشمیری حریت پسند اپنے دینی تشخص اور حق خودارادیت کے لیے میدان عمل میں اتر پڑے اور آج کشمیر کا مرغزار دوزخ کا نمونہ ہے۔

رائیت الناس قدمالوا الی من عندہ مال ☆ ومن لاعندہ مال عنہ الناس قدمالوا

مذکورہ بالامعروضات کی روشنی میں بہ آسانی یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ امریکہ، روس، چین اور بھارت بنیاد پرستی کے خلاف کیوں متحد ہورہے ہیں۔اور یہ صف آرائی کس لیے کی جارہی ہے اور ترقی یافتہ اقوام میں بنیاد پرستی کوایک گالی کےطور پر کس لیے متعارف کرایا جارہا ہے۔مگر یادرکھنا چاہیے کہ

''پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا،،

اس لیے کہ دین اورروحانیت انسانی فطرت کا حصہ ہےاور خلق اللہ میں تبدیلی نہیں آسکتی ممکن ہے کہ کچھ عرصے تک یہ خام خیال لوگ اپنے طاقتور میڈیا کے ذریعے روحانیت کی ہواکے اس روح پرور جھونکے کوروک دیں لیکن یہ نسیم جانفزاعنقریب ایک طوفان بلاخیر بن جائے گی تب یہ سارے گھروندے خشک تنکوں کی طرح بکھر جائیں گے۔

یہی وہ وقت ہے جب کہ کفر متحد ہورہا ہے اسلام کوبھی متحد ہوناچاہیے اوراسے اپنی سطح سے تھوڑا بلند ہوکر دنیا کے دوسرے روحانی اداروں اورافکارو ادیان سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا خدانخواستہ وہ صورت حال پیدا نہ ہوجائے کہ

رفتم کہ خار از پاکشم منزل نہاں شد از نظر یک لحظہ غافل گشتم وصد سالہ راہم دور شد

کتاب کا نام: ڈی این اے ٹیسٹ اور جینیٹک سائنس سے متعلق شرعی مسائل: مضمون کا نام: جنیٹک سائنس سے پیدا شدہ مسائل کا شرعی حل: صفحہ نمبر: ۱۷۴

تاریخ: 06.04.2014

جنیٹک سائنس سے پیدا شدہ مسائل کا شرعی حل

مولانا اختر امام عادل

ڈی این اے ٹسٹ سے ثبوت نسب:

ڈی این اے کی بنیاد دراصل علم التوارث اور خاندانی مشابہتوں پر ہے، اور ہر بچہ اپنے باپ اور ماں سے جوکروموسوم حاصل کرتا ہے وہ تاحیات اس کے اندر موجود ہوتے ہیں، اس لئے ڈی این اے ٹسٹ کواب ثبوت نسب کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، کبھی متنازع مسائل میں والدین کی تعیین کے لئے بھی ڈی این اے ٹسٹ کرایا جاتا ہے۔

علماء ہند کے یہاں اس سلسلے میں کوئی خاص بحث نہیں آئی ہے، لیکن علماء عرب اور یورپ وامریکہ کے علماء نے اس موضوع پر اچھا خاصا کام کیا ہے، کچھ علماء ثبوت نسب کے معاملے میں ڈی این اے ٹسٹ کو موثر اور حجت شرعی تسلیم نہیں کرتے، ان کے نزدیک نسب کا معاملہ بہت نازک ہے، اس لئے قطعی اور روایتی ثبوتوں کے علاوہ کسی اور ذریعہ کو معیار بنانا احتیاط کے خلاف ہے۔

مگر زیادہ تر علماء محققین نے ثبوت نسب کے باب میں اس کومعتبر ذریعہ کے طور پر قبول کیا ہے، البتہ بعض علماء نے

اس کو علی الاطلاق معتبر مانا ہے، جبکہ بہت سے علماء نے اس میں کچھ قیود وشرائط کا اضافہ کیا ہے، جو بالعموم کتب فقہیہ میں ''قیافہ،، اور ''قرعہ،، کے ذیل میں ذکر کئے گئے ہیں۔

اس سلسلے میں کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نزدیک ثبوت نسب کے معیار، اس کے اسباب ووسائل اور اس باب میں قرائن کی اہمیت وواقعیت پر ایک اجمالی نظر ڈال لی جائے۔

اسلام میں نسب کی اہمیت:

نسب، اصطلاح میں دو شخصوں کے درمیان قرابت کے اس رشتے کو کہتے ہیں، جو ولادت کی بنا پر قائم ہو، خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، نسب کا عام مفہوم یہی ہے، البتہ نسب کا اطلاق بالعموم باپ کے رشتہ پر ہوتا ہے، ماں کے رشتہ پر نہیں، اس لئے کہ شرعی اور عرفی طور پر بچہ باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے، ماں کی طرف نہیں، اس سے لعان اور زنا دو حالتوں کا استثناء ہے۔

ثبوت نسب کی معتبر بنیاد:

شریعت اسلامی میں ثبوت نسب کے لئے فی زمانہ صرف ایک ذریعہ ہے، یعنی عقد نکاح، قدیم زمانہ میں جب غلامی کا رواج تھا، ''استیلاد،، بھی ایک اہم ذریعہ نسب تھا، یعنی کوئی شخص کسی باندی کو خرید کر اس سے جنسی تعلق قائم کرتا تھا اور وہ اس کی اولاد کی ماں بن جاتی تھی، لیکن اب ساری دنیا سے وہ مروجہ غلامی ناپید ہو چکی ہے، اس لئے اب ثبوت نسب کے لئے نکاح کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ نہیں رہ جائے گا۔

نکاح اگر صحیح طور پر ہوا یعنی اس کے تمام حدود وارکان کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہو تو عقد نکاح سے چھ ماہ کی مدت کے بعد پیدا ہونے والا بچہ بالاجماع ثابت النسب ہوگا اور عورت کا شوہر ہی اس کے بچہ کا باپ قرار دیا جائے گا۔ اور اس کی بنیاد وہ مشہور روایت ہے جو حدیث کی معتبر کتب میں آئی ہے:

''الولد للفراش وللعاهر الحجر،، (صحیح بخاری مع فتح الباری: کتاب البیوع ۴/۲۱۱۷، صحیح مسلم: کتاب الرضاع ۲/۱۰۸۱)۔

(بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملے گا)

اس حدیث کے مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نسب کے معاملہ میں اصل چیز فراض ہے، فراش صحیح کے بعد ناجائز بچہ بھی صاحب فراش کا جائز بچہ تصور ہوگا، اور فراش کے ہوتے ہوئے نہ جنسی تعلق کی بات زیر بحث آئے گی اور نہ بچے کی شکل وشباہت دیکھی جائے گی، بچہ ہر حال میں صاحب فراش کا ہوگا، یعنی قرائن اگر صاف طور پر بتاتے ہوں کہ بچہ ناجائز طور پر پیدا ہوا ہے، جب بھی فراش صحیح کے مقابلہ میں ان قرائن کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

اسی پس منظر میں رسول اللہ ﷺ سے منقول یہ روایات ہیں، جو حدیث کی معتبر کتابوں میں آئی ہیں:

۱۔ بخاری ومسلم دونوں کتابوں میں ایک روایت آئی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کو ایک کالا بچہ پیدا ہوا ہے، یعنی خود اس کا رنگ صاف تھا اس کو یہ کالا بیٹا کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ شبہ ہے کہ اس کی بیوی نے کسی ناجائز تعلق کی بنا پر یہ بچہ جنم دیا ہے، نبی کریم ﷺ نے اس کے سوال کا مطلب سمجھتے ہوئے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا: ان کا رنگ کیسا ہے؟ اس نے کہا: سرخ، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا کوئی اونٹ خاکستری رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رنگ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا شاید اوپر کی کسی رگ سے یہ رنگ کشید ہوا ہو؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ امکان تمہارے بیٹے میں بھی ہوسکتا ہے (صحیح بخاری مع فتح الباری ۹/۴۴۲، مسلم ۲/ ۱۱۲۷، ۱۱۲۸)۔

۲۔ اسی طرح ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ: سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن زمعہ ایک لڑکے کے سلسلے میں متنازع مقدمہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سعد نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ لڑکا میرے بھائی عتبہ کا لڑکا ہے، میرے بھائی نے مجھے بتادیا تھا کہ یہ میرا لڑکا ہے، آپ اس بچہ کی شکل ملاحظہ فرمالیں، ان کے بالمقابل عبداللہ بن زمعہ کا دعوی تھا کہ یہ میرا بھائی ہے، اس لئے کہ اس کی ماں میرے بھائی کی فراش تھی، حضور اکرم ﷺ نے غور فرمایا تو بچہ واقعتہً عتبہ کے مشابہ تھا، لیکن آپ نے عبداللہ بن زمعہ کے حق میں فیصلہ فرمایا اور فرمایا: کہ بچہ فراش کا ہوگا اور زانی کو صرف پتھر ملے گا (صحیح البخاری مع الفتح ۱۲/ ۵۲)۔

ان دونوں واقعات میں حضور اکرم ﷺ نے فراش کے مقابلہ میں ظاہری رنگ وروپ کا اعتبار نہیں فرمایا اور بچہ کی نسبت فراش کی طرف فرمائی۔

شریعت اسلامیہ کا یہی وہ مزاج ہے جس کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ اگر نکاح کے بعد میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلق معلوم نہ ہو، بلکہ بظاہر حال ممکن بھی نہ ہو تو بھی چھ ماہ کے بعد پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب قرار پائے گا۔

دوسرے فقہاء کو اس سے اختلاف ہے۔

مگر امام ابوحنیفہؒ کی رائے شریعت کے مزاج سے زیادہ ہم آہنگ ہے، اگر عقد نکاح فاسد طور پر انجام پذیر ہو، یعنی اس کے ضروری شرائط کی تکمیل نہ کی گئی ہو، اس صورت میں بھی بچہ ثابت النسب ہوگا، بشرطیکہ فساد نکاح علماء کے درمیان مختلف فیہ نہ ہو، یا نکاح باطل طور پر انجام دیا گیا ہو، مگر شوہر کو اس کی حرمت کا علم نہ ہو، اور اگر فساد نکاح متفق علیہ ہو اور حد زنا سے فروتر ہو تو بھی بچہ ثابت النسب ہوگا (مواہب الجلیل/ ۱۴۹، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۳/ ۴۱۲)۔

اس تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ نسب کے باب میں فقہ اسلامی کس قدر حساس ہے۔

ثبوت فراش کے ذرائع:

ثبوت نسب کا حقیقی ذریعہ تو صرف فراش ہے جو نکاح سے حاصل ہو، مگر فراش کے ثبوت اور علم کے لئے فقہ اسلامی میں چند ذرائع اور قرائن کا اعتبار کیا گیا ہے، ان میں سے ایک قیافہ بھی ہے۔

قیافہ: قیافہ کا لغوی معنی آثار کی تلاش ہے، تا کہ شباہت اور رنگ وروپ کے ذریعہ کسی کے باپ یا بیٹے کا سراغ لگایا جا سکے (لسان العرب اور القاموس المحیط مادۃ ''قوف،،)۔

اور فقہی اصطلاح میں ''قائف،، ایسے شخص کو کہتے ہیں جو اپنی فراست اور بچہ کے اعضاء کے جائزہ سے اس کے نسب کا پتہ چلائے (التعریفات للجرجانی/۱۷۱)۔

ثبوت نسب کے باب میں قیافہ کا اعتبار ہے یا نہیں؟ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے، فقہاء حنفیہ اس کا اعتبار نہیں کرتے، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ اور مالکیہ (فی الجملہ) اس کا اعتبار کرتے ہیں (بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۲۸، المبسوط ۱۹/ ۱۵، مواہب الجلیل ۵/ ۱۴۷، مغنی المحتاج ۴/ ۴۸۹، المغنی لابن قدامہ ۷/ ۴۸۲ منتہی الارادات ۲/ ۱۲۴)۔

جمہور فقہاء نے اپنے موقف کی بنیاد بعض روایات پر رکھی ہے:

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو بہت خوش تھے، خوشی سے آپ کا چہرہ انور دمک رہا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کو معلوم ہے کہ مجزز (ایک قیافہ شناس) نے ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید کو دیکھا اور کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں، حضور ﷺ کو یہ خوشی اس لئے ہوئی تھی کہ عہد جاہلیت میں کچھ لوگ حضرت اسامہؓ کے نسب کے بارے میں نکتہ چینی کرتے تھے، اس لئے کہ ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا، جبکہ حضرت زید روئی کی طرح صاف تھے (صحیح البخاری مع فتح الباری ۱۲/ ۵۶، مسلم ۲/ ۱۰۸۲، ابوداؤد ۲/ ۷۰۰)۔

اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک قیافہ شناس کے قول کو حجت کے طور پر قبول فرمایا، حالانکہ اس مسرت کی توجیہ یہ بھی کی جا سکتی ہے کہ اہل جاہلیت چونکہ قیافہ کو مانتے تھے اس لئے ایک قیافہ شناس کا قول خود ان کے خلاف ہو گیا تھا، اور یہ خوشی ایک فطری بات تھی، گو ضروری نہیں کہ اس کو شرعی حجت کے طور پر مانا گیا ہو۔

اور غالباً اسی احتمال کی بنا پر حنفیہ نے اس روایت کو شرعی حجت کے طور پر قبول نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ عہد جاہلیت کے ان بچوں کے بارے میں قیافہ شناسوں کو بلاتے تھے، جن کے کئی دعویدار عہد اسلامی میں سامنے آتے تھے، اور یہ ساری کارروائی صحابہ کے سامنے ہوتی تھی اور کسی صحابی سے اس کے خلاف نکیر منقول نہیں ہے (نیل الاوطار ۴/ ۱۲۷، مؤطا امام مالک ۲/ ۱۱۵)۔

حنفیہ قیافہ کو کہانت کی طرح مذموم وحرام نہیں مانتے اور نہ اس کو ذریعہ ثبوت کا درجہ دیتے ہیں، البتہ ان کا خیال ہے کہ شریعت میں نسب کا معیار صرف فراش ہے، اور قیافہ سے فراش کا ثبوت نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ ثابت

ہوتا ہے کہ فلاں شخص کے نطفہ سے یہ پیدا ہوا ہے، مگر نطفہ جائز طور پر استعمال ہوا ہے یا ناجائز طور پر اس کا ثبوت نہیں ملتا، نیز شوہر کی جانب سے نسب کے انکار کی صورت میں شریعت نے لعان کا حکم دیا ہے، ''قیافہ،، کا کچھ بھی اعتبار نہیں کیا ہے (المبسوط ۱۷/ ۷۰)۔

بہر حال قطع نظر اس سے کہ حنفیہ کا موقف زیادہ مضبوط ہے یا جمہور فقہاء کا، اس بحث سے فی الجملہ اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ فقہاء اسلام کی ایک معتد بہ تعداد ثبوت نسب کے بارے میں قیافہ کو مؤثر تسلیم کرتی ہے، البتہ ان حضرات نے اس کے لئے کچھ شرائط وحدود مقرر کئے ہیں:

۱۔بصیرت وتجربہ: شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بغیر تجربہ وبصیرت کے قیافہ شناس کا قول معتبر نہیں ہے، پھر تجربہ وبصیرت کے لئے ان کے یہاں ایک معیار ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے (حاشیۃ الجمل ۵/ ۴۳۵، المغنی ۵/ ۷۷۰)۔

۲۔عدالت: فقہاء شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک عدالت بھی شرط ہے، اس لئے کہ اس پر حکم شرعی کی بنیاد ہے، فقہاء مالکیہ کے یہاں اس سلسلہ میں دونوں طرح کی روایات ہیں (المغنی ۵/ ۷۶۹، منتہی الارادات ۲/ ۴۸۹، حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج ۵/ ۴۳۵، تبصرۃ الحکام ۲/ ۱۰۸)۔

۳۔تعدد: جمہور کے نزدیک زیادہ مضبوط قول یہ ہے کہ ثبوت نسب کے باب میں قیافہ شناس کے لئے عدد کی شرط نہیں ہے، جبکہ بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ عدد شرط ہے، دراصل اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ قیافہ شناس کے قول کو شہادت کے خانہ میں رکھا جائے یا روایت کے خانہ میں، جو لوگ اس کو شہادت کے خانہ میں رکھتے ہیں وہ عدد ضروری قرار دیتے ہیں، اور جو روایت کے خانہ میں رکھتے ہیں ان کے نزدیک عدد کی کوئی قید نہیں ہے (تبصرۃ الحکام ۲/ ۱۰۸، المغنی ۵/ ۷۷۰، شرح منتہی الارادات ۲/ ۴۸۸)۔

۴۔اسلام: شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک قیافہ شناس کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

۵۔ذکورۃ وحرمت: شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک راجح قول کے مطابق ذکورۃ وحرمت شرط ہے، جبکہ ایک مرجوح قول ان کے یہاں یہ بھی ملتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں شرط نہیں ہیں (منتہی الارادات ۲/ ۴۸۹، المبدع ۵/ ۳۱۰، مغنی المحتاج ۴/ ۸۸)۔

۶۔موقع تہمت سے پاک ہونا: شافعیہ نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ قیافہ شناس کا قول اسی مقام پر معتبر ہوگا جو موقعہ تہمت سے پاک ہو، مثلا قیافہ کے ذریعہ جس کے نسب کی نفی کی جارہی ہے اس سے کسی قسم کی دشمنی نہ ہو، یا جس کے لئے نسب ثابت کیا جارہا ہو اس سے اصل یا فرع کا رشتہ نہ ہو (نہایۃ المحتاج ۸/ ۱۵۷)۔

۷۔کوئی مانع شرعی موجود نہ ہو، مثلا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے بچے کے نسب کا انکار کرے تو اس کی گنجائش نہیں ہوگی اور اس پر لعان واجب ہوگا (زاد المعاد ۵/ ۴۲۲)

۸۔قیافہ کا اعتبار صرف بچے میں ہوگا،جس کے بارے میں دوشخصوں کے درمیان اختلاف ہواور کوئی ایسی دلیل موجود نہ ہو جو رافع اختلاف ہو،مثلاً وطی بالشبہ کی بنا پر حمل ہو جائے اور اس سے پیدا ہونے والے بچے میں اختلاف ہو،اگر کسی مجہول النسب بچے کا صرف ایک مدعی ہو تو قیافہ کی ضرورت نہیں (المغنی ۵/ ۴۳۶)۔

۹۔شافعیہ نے قضاء قاضی کی بھی قید لگائی ہے،قضاء قاضی یا اس کے دیئے ہوئے اختیار کے بغیر قیافہ کے ذریعہ کہی ہوئی بات نافذ نہیں ہوگی (حاشیۃ الجمل ۵/ ۴۳۶)۔

۱۰۔مالکیہ نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ زیر بحث بچہ زندہ ہو،مردہ بچے کے لئے قیافہ کا اعتبار نہیں (مواہب الجلیل ۵/ ۱۴۸)۔

شافعیہ کے یہاں یہ شرط نہیں ہے،ان کے نزدیک مردہ بچے کے لئے بھی قیافہ کا اعتبار ہے،بشرطیکہ لاش میں تغیر نہ آیا ہو،یا وہ دفن نہ کردی گئی ہو (مغنی المحتاج ۴/ ۴۸۹)۔

۱۱۔جس شخص کی طرف بچہ کو منسوب کرنا ہو اس کا زندہ ہونا بھی اکثر مالکیہ کے نزدیک شرط ہے،مردہ شخص کی طرف کسی بچے کو قیافہ کی بنیاد پر منسوب کرنا درست نہیں (التاج والاکلیل للمواقف بہامش مواہب الجلیل ۵/ ۱۴۸) شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے (مغنی المحتاج ۴/ ۴۸۹،منتہی الارادات ۲/ ۴۸۷)۔

اختلاف کی صورت:

اگر قیافہ شناس ایک سے زائد ہوں اور ان کی رپورٹ میں اختلاف واقع ہو جائے،اس صورت میں اگر ان کے درمیان جمع وتطبیق ممکن ہو تو کوئی بات نہیں،ورنہ تعداد یا قوت شباہت یا اور کسی بنیاد پر جو زیادہ قابل ترجیح ہوگا اس کو ترجیح حاصل ہوگی،اگر ترجیح بھی ممکن نہ ہو تو مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک معاملہ خود اس بچے پر محمول کردیا جائے گا جس کے نسب کا مسئلہ زیر بحث ہے،اگر وہ بالغ ہو تو اسی وقت اور نابالغ ہو تو بعد بلوغ جس کی طرف اس کا رجحان ہوگا اس کی طرف منسوب کردیا جائے گا (بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۲۸،مغنی المحتاج ۵/ ۷۷۰)۔

قرعہ:

بعض فقہاء کے نزدیک قرعہ سے بھی ثبوت نسب ہوتا ہے،حضرت امام شافعیؒ کا ایک قول،امام احمدؒ کی ایک روایت، بعض مالکیہ،ظاہریہ،اور اسحاق بن راہویہؒ کی رائے یہی ہے،مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ ثبوت نسب کے لئے پیش کئے جانے والے دو بینہ کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو قرعہ کے ذریعہ کسی ایک کو ترجیح دی جاسکتی ہے (شرح الجلال المعلی علی المنہاج ۳/ ۱۳۰،الام ۶/ ۱۴۶،المہذب ۱/ ۴۴۳،المغنی لابن قدامہ ۶/ ۲۴۷، بدایۃ المجتہد ۲/ ۳۱۰)۔

زیر بحث مسئلہ میں صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لئے فقہاء کی صراحت بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے،کہ حدود کے نفاذ کے لئے قرائن اور شباہت ضروری ہے،اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے ہوتی ہے جو بخاری

اور مسلم میں آئی ہے۔

حضرت عویمرؓ کے لعان کے قصہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: ''اللھم بین،، (اے اللہ حقیقت حال واضح فرمادے) اس کے بعد عورت کو ولادت ہوئی تو بچہ بالکل اس شخص کا ہم شکل تھا جس کی نسبت سے عورت پر الزام لگایا گیا تھا، پھر حضور ﷺ نے دونوں کے درمیان کارروائی فرمائی۔ حضرت ابن عباسؓ اپنی مجلس میں یہ روایت بیان کررہے تھے، دوران گفتگو ایک شخص نے کہا: حضرت! اسی عورت کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اگر میں کسی کو بغیر بینہ رجم کرتا تو اس عورت کو ضرور کرتا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نہیں، وہ عورت دوسری تھی جو اسلام میں بدزبانی کرتی تھی (صحیح البخاری مع الفتح ۹/۴۵۴ تا ۴۵۶، حدیث نمبر ۵۳)۔

ثبوت نسب میں ڈی این اے ٹسٹ کی شرعی حیثیت:

مذکورہ تفصیلات سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ نسب کے معاملہ میں کس قدر محتاط اور احساس ہے، اور ہرممکن کوشش کرتی ہے کہ نسب کسی طرح ضائع نہ ہو اور سوسائٹی میں کوئی ایسا بچہ نہ رہے جس کا نسب قانونی طور پر ثابت نہ ہو، اس لئے اس نے ظاہر فراش، شہادت، اقرار اور بعض فقہاء کے نزدیک قیافہ اور قرعہ کو بھی ثبوت نسب کے وسائل کے طور پر قبول کیا ہے، اور ثبوت ولادت کے لئے محض ایک عورت کی شہادت، ممکنہ دعوی اور ظاہر فراش کو کافی قرار دیا ہے، گویا شریعت کا مزاج یہ ہے کہ ثبوت نسب کے بارے میں ایسے کسی ثبوت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جس میں کچھ بھی واقعیت ہو، اس پس منظر میں ڈی این اے ٹسٹ کو دیکھا جائے تو یہ کافی حد تک قابل قبول ثبوت ہے، اس سے ایسے مواقع پر استفادہ کی گنجائش ہونی چاہئے جہاں ثبوت نسب میں کسی قسم کا شک وشبہ پایا جائے۔

یقینی مواقع پر اس کے استعمال کی گنجائش نہ ہوگی، مثلا فراش کے بالمقابل کسی قسم کے ٹسٹ کا اعتبار نہ ہوگا، اگر کوئی اس ٹسٹ کے بنا پر نسب کا انکار کرے تو اس پر ازروئے قانون شرع لعان واجب ہوگا۔

اسی طرح بینہ (اقرار، شہادت) کے مقابلہ میں بھی اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی، اور اس ٹسٹ کی بنا پر اس اقرار یا شہادت سے ثابت ہونے والے نسب کو باطل یا مشکوک نہیں کہا جاسکے گا۔

البتہ جن مواقع پر ظاہر فراش، یا بینہ موجود نہ ہو، اور کسی بچہ کے سلسلہ میں کئی شخص دعویدار ہوں اور بچہ مجہول النسب ہو یا لاوارث طور پر ملا ہو یا اسپتال میں خلط ملط ہوگیا ہو، یا وطی بالشبہ یا نکاح فاسد کے بعد حمل ہو، اور شبہ ہو کہ یہ شوہر کا لڑکا ہے یا وطی کرنے والے شخص کا، یا شک ہوگیا کہ نکاح کے بعد مدت حمل (۶ ماہ) سے کم میں تو بچہ پیدا نہیں ہوا؟ یا جنگی حالت میں بچے خلط ملط ہوجائیں وغیرہ، تو ان مواقع پر ڈی این اے ٹسٹ کو بنیاد بنانا درست ہوگا، اس لئے کہ سائنسدان کے دعوی اور تجربہ کے مطابق ڈی این اے ٹسٹ ''قیافہ،، سے بدرجہا بہتر ذریعہ شناخت ہے، اور اس میں غلطی کے امکانات بہت کم ہیں، اور یہ ساری کارروائی یقینی طور پر ہوتی ہے، اور کمپیوٹر

میں ریکارڈ ہوتی رہتی ہے، اس لئے اس میں دھاندلی یا غلطی کا امکان نہیں کے برابر ہے۔

البتہ اس میں ان شرائط کا لحاظ ہونا چاہئے جس کا تذکرہ فقہاء نے ''قیافہ'' کے تحت کیا ہے، یعنی بصیرت وتجربہ اور تعداد، عدالت وغیرہ۔ البتہ غیر مسلم ممالک میں عدالت اور اسلام کی شرطوں کا لحاظ کرنا بہت مشکل ہے، اس لئے میرے خیال میں غیر مسلم ملکوں میں ان دونوں شرطوں کو نظر انداز کردینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا، اور اس کی کئی وجوہات ہیں:

۱۔ ایک تو اس بنا پر کہ غیر مسلم ملکوں میں ان شرطوں کی رعایت بہت مشکل ہے۔

۲۔ دوسرے عدالت اور اسلام کی شرط متفق علیہ نہیں ہے، جمہور فقہاء ان کا اعتبار کرتے ہیں لیکن بعض فقہاء اس کا اعتبار نہیں کرتے، اس لئے بحالت مجبوری بعض فقہاء کا قول اختیار کرنا زیادہ آسان ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۴/۹۸، تبصرۃ الحکام ۲/۱۰۸)۔

۳۔ اس ٹسٹ کا تعلق کسی مخصوص شخص کی رؤیت، مشاہدہ یا تجزیہ سے نہیں ہے کہ اس کے لئے یہ شرطیں مطلوب ہوں، یہ تمام تر کارروائی مشین سے ہوتی ہے، اس لئے کسی بھی معتبر اور باخبر شخص کی رپورٹ پر اعتماد کرنا درست ہوگا۔ بلکہ خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض فقہاء نے جو تعدد کی قید لگائی ہے اس کی بھی ضرورت نہیں، اس لئے کہ جمہور کے نزدیک تعدد شرط نہیں ہے (تبصرۃ الحکام ۲/۱۰۸)، نیز مشینی ٹسٹ میں بالعموم ایسی غلطی کا امکان نہیں ہوتا کہ دوبارہ مشینی ٹسٹ کرانے کی نوبت آئے، جب تک کہ مشین خراب نہ ہو اس کی رپورٹ عموما درست ہی ہوتی ہے محققین کے قول کے مطابق ڈی این اے ٹسٹ کی رپورٹ ننانوے فی صد سے بھی زیادہ درست ہوتی ہے (التحقیق الجنائی العلمی والعملی: محمد شعیر، ص ۲۱۱، البصمۃ الوراثیۃ ومجالات الاستفادۃ عنہا: وہبہ زحیلی، ص ۲۰)۔

کویت میں جنیٹک سائنس اور ڈی این اے کے موضوع پر ایک کانفرنس (بتاریخ ۲۳-۲۵ جمادی الآخرۃ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۳-۱۵ اکتوبر ۱۹۹۸ء) منعقد ہوئی تھی، اس کانفرنس نے اپنی قراردادوں میں اس کی سفارش کی ہے کہ ڈی این اے اور جنیٹک تحقیقات سے ثبوت نسب کے معاملہ میں استفادہ کرنے میں شرعی طور پر کچھ حرج نہیں ہے، اس لئے کہ آج یہ قطعی قرائن کا درجہ حاصل کرچکے ہیں، اور قرائن قطعیہ کا اعتبار فقہاء متقدمین کے یہاں معروف ہے (مجلۃ الفقہ الاسلامی، السنۃ الرابعۃ عشرۃ، العدد السادس عشر/ص ۵۴)۔

البتہ یہاں فقہاء حنفیہ کے اس نکتہ کو نظر انداز کرنا درست نہ ہوگا کہ قیافہ یا ڈی این اے تحقیقات سے زیادہ سے زیادہ نطفہ کا ثبوت ملتا ہے، فراش کا نہیں، جبکہ ثبوت نسب کے لئے فراش ضروری ہے، اس لئے ایسے تمام مواقع جہاں فراش موجود ہو، البتہ اس کے اندر خلط یا اشتباہ پیدا ہوگیا ہو کہ کس فراش سے کونسا بچہ پیدا ہوا ہے؟ یا فراش اپنے معیار ومعیاد پر پوری طرح اتر رہا ہے یا نہیں؟ وہاں ڈی این اے ٹسٹ سے استفادہ جائز ہوگا۔

۲۔ ثبوت جرم کے لئے ڈی این اے ٹسٹ کی شرعی حیثیت:

آج کل مجرمین کی تحقیق وشناخت کے لئے بھی ڈی این اے ٹسٹ کا استعمال ہورہا ہے، مثلاً جائے واردات پر مجرم کی کوئی چیز مل جائے، جیسے بال یا خون یا منی وغیرہ تو اس کے تجزیہ وتحقیق سے مجرم کی شناخت کی جاتی ہے، اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں بنیادی طور پر دو تین باتوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا:

ا۔ اسلام کے نزدیک جرائم کے ثبوت کے لئے بینہ ضروری ہے، جرم کی شدت کے اعتبار سے بینہ کے درجات میں تفاوت ہوتا ہے، مثلاً زنا کے ثبوت کے لئے چار عادل گواہ ضروری ہیں، قتل اور دیگر معاملات کے لئے دو عادل گواہ کافی ہیں، کبھی ایک مرد دو عورتوں کی گواہی کافی ہوتی ہے، کبھی نکول اور یمین بینہ بن جاتا ہے، کبھی اقرار دلیل جرم بنتا ہے، کبھی پچاس قسم بینہ بنتے ہیں، جیسے قسامۃ کے مسئلے میں، اور بعض حالات میں قرائن کے ذریعہ بھی حاکم حقیقت حال تک پہنچتا ہے، وغیرہ۔

دراصل بینہ ایسے ثبوت کا نام ہے جس سے پوری طرح حق یا جرم واضح ہوجائے اور دعوی کی صورت میں صحت دعوی ظاہر ہوجائے، اور حدیث پاک کے اس اصول کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہئے:

البینۃ علی المدعی، والیمین علی من انکر، الحدیث (ترمذی ۴۷۹/۳)۔

(مدعی پر بینہ ہے اور منکر پر یمین ہے)۔

علامہ ابن قیمؒ نے ایسے دلائل، قرائن اور ثبوتوں پر مستقل ایک کتاب ''الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ،، کے نام سے لکھی ہے، جو شریعت میں معتبر اور قابل قبول ہے، ابن قیم کی بحث قرائن وشواہد کے موضوع پر کافی بصیرت افروز اور چشم کشا ہے، ان کی بحث سے ایک مختصر اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے:

انہوں نے بعض دوستوں کے حوالہ سے ایک بہت ہی اہم سوال اٹھایا ہے کہ اگر حاکم کے پاس بعض ایسے مقدمات آئیں جن میں ظاہری بینہ یا اقرار موجود نہ ہو، لیکن وہ فراست اور قرائن کے ذریعہ حقیقت واقعہ تک پہنچ جائے، تو کیا کرنا چاہئے؟

ابن قیمؒ کا خیال ہے کہ ایسے معاملات میں صرف ظاہری بینات واقرار پر اصرار کرنا بہت سے حقوق وواجبات کے ضیاع کا موجب ہوگا اور اس سے ظلم وفساد کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

ابن قیمؒ نے قرآن وحدیث کی متعدد نصوص کے حوالے دیئے ہیں، جن میں شواہد وقرائن پر فیصلہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

مثلاً آیت کریمہ ہے: ''ان کان قمیصہ قد من قبل فصدقت وھو من الکاذبین،، (سورۃ یوسف: ۲۶) (اگر ان کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹے ہیں)۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ایک بچہ کا مقدمہ پیش ہوا، جس پر دو عورتوں کا دعوی تھا، کہ یہ میرا بیٹا ہے، جس میں ایک عورت بڑی تھی اور ایک چھوٹی، حضرت داؤد نے بڑی کے حق میں فیصلہ کردیا، حضرت سلیمان علیہ السلام

لایلدغ المومن من جحر مرتین، عاقل یک بار فریب می خورد، مومن از یک سوراخ دو بار گزیدہ نمی شود

نے کہا: چھری لاؤ، چیر کر تم دونوں کے درمیان تقسیم کردوں، بڑی عورت پر اس کا کوئی خاص اثر نہ ہوا، مگر چھوٹی کہنے لگی، ایسا نہ کریں، اللہ آپ پر رحم فرمائے، بچے کو بڑی ہی کے پاس رہنے دیں، میں اپنے حق سے دستبردار ہوتی ہوں (اس قرینہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اندازہ کرلیا کہ بچہ دراصل چھوٹی کا ہے، چنانچہ پھر فیصلہ چھوٹی کے لئے کیا گیا)۔

قسامۃ کے مسئلہ میں بھی محض ''لوث،، ہی کی بنا پر پچاس آدمیوں سے قسم لی جاتی ہے، ''لوث،، اسی قرینہ اور شبہ کا نام ہے جس کی بنا پر کچھ لوگ شبہ کے دائرے میں آتے ہیں۔

حضرت عمرؓ اپنے دور میں بے شوہر اور بے آقا والی عورت کو رجم فرماتے تھے جس کو حمل ظاہر ہوتا، حمل تو محض ظاہری قرینہ ہی ہے، اس پر بینہ کا اطلاق تو ہو نہیں سکتا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کسی شرابی کی منہ کی بدبو یا شراب کی قے کے بنا پر بھی حد جاری فرماتے تھے۔

اسی طرح ائمہ وخلفا کسی ایسے متہم شخص کو چوری کے الزام میں ماخوذ کرتے تھے جس کے گھر میں چوری کا سامان ملتا تھا، اس پر چوری کی سزا نافذ کرتے تھے، خلفاء اور امراء کا یہ معمول ہمیشہ سے رہا ہے۔

یمین سے نکول کے بنا پر جو فیصلہ ہوتا ہے وہ بھی ظاہر ہے کہ ایک قرینہ ہی ہے، اس بات کا کہ یہ شخص اپنے دعوی میں جھوٹا ہے۔

غزوہ بدر میں عفراء کے دونوں بیٹوں نے ابوجہل کے قتل کا دعوی پیش کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں نے اپنی تلوار پونچھ دی ہیں؟ ان دونوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے دونوں کی تلواریں ملاحظہ فرمائیں، اور فرمایا: تم دونوں برابر کے شریک ہو (بخاری مع الفتح ۶/ ۱۴۶، ۲۴۷، مسلم ۲/۱۳۷۳)۔

ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت آئی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے خیبر کے سفر کا ارادہ کیا، اور خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، میں نے اپنا ارادہ عرض کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میرے وکیل کے پاس پہنچو تو اس سے پندرہ وسق وصول کرو، جب وہ تم سے کوئی نشانی طلب کرے تو اپنا ہاتھ اس کی ہنسلی کی ہڈی پر رکھ دینا، تو اس علامت سے وہ پہچان کر مال حوالہ کردے گا۔

اسی طرح کی مثالوں سے ابن قیمؒ نے ثابت کیا ہے کہ بعض مواقع پر قرائن وشواہد اور فراست وبصیرت کا اعتبار کرنا ضروری ہوجاتا ہے، ورنہ بہت سے حقوق کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

ابن قیمؒ نے آخر میں اس قاعدہ کلیہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ رسولوں اور پیغمبروں کی بعثت اور ادیان وشرائع کے نزول کا مقصد قیام عدل ہے، جب عدل کے نشانات ظاہر ہوجائیں خواہ وہ کسی بھی طور پر ہوں، امت پر نفاذ عدل کی ذمہ داری آجاتی ہے، اس لئے کوئی محدود اور مخصوص معیار نہیں ہے، جرائم کے تنوع کے لحاظ سے ان کی تحقیقات میں بھی تنوع ہوسکتا ہے (الطرق الحکمیۃ /۲۔۱۷)۔

گر تو سنگ خارہ ومرمر شوی	چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

۳۔حدود کے بارے میں شریعت کا اصول یہ ہے کہ حدود شبہات کی بنا پر ساقط ہوجاتے ہیں (رواہ ابن عدی فی الکامل عن ابن عباس، الجامع الصغیر للسیوطی ۱/۱۴)۔

اسی طرح ایک حدیث ہے:

''ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبیله، فان الامام یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبة ،، رواه ابن ابی شیبة والترمذی والحاكم والبیهقی عن عائشة وهو صحیح (الجامع الصغیر للسیوطی ۱/۱۴).

(مسلمانوں سے حدود کو حتی الامکان دفع کرو، اگر مسلمان کے لئے کوئی گنجائش نکلتی ہو تو ضرور نکالو، اس لئے کہ امام کا غلطی سے معاف کردینا بہتر ہے اس بات سے کہ غلطی سے سزا دے)۔

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ڈی این اے ٹسٹ موجودہ زمانہ کا معتبر ذریعہ تحقیق ہے، اور فقہی لحاظ سے اگر اس کو ''بینہ،، (اقرار وشہادت) کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا ہے تو کم از کم قرائن قطعیہ اور شواہد میں ضرور شامل کیا جاسکتا ہے، بلکہ دیکھا جائے تو اس کا درجہ قرائن وشواہد سے بدرجہا بلند ہے، اس لئے کہ قرائن کی بنیاد ظن وتخمین پر ہے، جبکہ ڈی این اے کی بنیاد علم وتحقیق پر ہے، غلطی کے امکانات یہاں ایک فیصد سے بھی کم ہیں، جبکہ ظن وتخمین میں غلطی کے امکانات زیادہ ہیں۔

اس تناظر میں ڈی این اے ٹسٹ کو جرائم کی تحقیق وتفتیش کے دوران ایک خاص اہمیت ملنی چاہئے، اور ایسے تمام مقدمات جن میں حدود وقصاص کی نوبت نہ آئے اس کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے، اور دیگر کئی دلائل اور ثبوتوں کے ساتھ اس کا بھی لحاظ کیا جاسکتا ہے۔

البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف ڈی این اے ٹسٹ کی بنیاد پر کسی کے خلاف یقینی طور پر فرد جرم عائد نہیں کی جاسکتی، کیونکہ ڈی این اے ٹسٹ صرف اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ متہم شخص مقام واردات پر موجود تھا، شریک جرم ہونے پر کوئی ثبوت فراہم نہیں کرتا، اور ظاہر ہے کہ کسی شخص کی مقام واردات پر موجودگی اس کے مجرم ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ شیخ وہبہ زحیلی نے اپنے مضمون میں اس پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے (دیکھئے: البصمة الوراثیة ومجالات الاستفادة عنها)۔

میرے خیال میں ایسے معاملات میں بہتر یہ ہے کہ قاضی رپورٹ کی روشنی میں متہم شخص سے اقرار کرانے کی کوشش کرے، اور رپورٹ کے بعد انسان احساس شکست کی بنا پر تھوڑا دباؤ ڈالنے یا حکمت عملی اختیار کرنے پر بآسانی اقرار کرسکتا ہے، اور پھر سزا کی تمام تر کارروائی اس اقرار کی بنیاد پر کرے، یہ طریقہ کار زیادہ محفوظ محتاط اور شرعی اصولوں سے زیادہ ہم آہنگ ہوگا۔

قاتل کی شناخت:

اگرچہ تو بیکار پتھر مرمر ہے لیکن کسی صاحب دل کے پاس پہنچے گا تو گوھر بن جائے گا

اس اصول پر قاتل کی شناخت کی جاسکتی ہے،مگر جب تک اقرار یا شہادت میسر نہ آجائے حدود وقصاص کا نفاذ نہیں کیا جائے گا،البتہ تعزیرات یا دیت کے تحت قاضی کوئی فیصلہ کرسکتا ہے۔

زانی کی شناخت:

ا: جہاں تک زانی کی شناخت کا تعلق ہے،تو عورت کے جسم سے مادہ منویہ لے کر جو ڈی این اے ٹسٹ کیا جاتا ہے اس سے مجرم کی شناخت ننانوے فی صد ہوجاتی ہے،اور یہ ٹسٹ مقام واردات پر صرف مجرم کی موجودگی ظاہر نہیں کرتا بلکہ جرم میں شرکت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

اور صرف اس ٹسٹ کی بنیاد پر بھی مجرم کی شناخت ہوجاتی ہے،مگر مشکل یہ ہے کہ زنا کا معاملہ تعزیرات اسلامی میں سب سے زیادہ اہم ہے،اور اس کے لئے ثبوتوں کا معیار سب سے زیادہ سخت رکھا گیا ہے،اس لئے اس رپورٹ کے بعد بھی اقرار یا شہادت کی ضرورت ہے،اس کے بغیر حد زنا جاری نہیں کی جاسکتی،البتہ حد زنا سے فروتر کچھ دوسری تعزیرات کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

ب: اسی طرح اجتماعی آبروریزی میں بھی تنہا اس ٹسٹ پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا،اس لئے کہ محققین سائنس کے بقول اجتماعی آبروریزی کے کیس میں ڈی این اے ٹسٹ بذات خود کمزور مانا جاتا ہے،کیونکہ اس ٹسٹ میں ملے جلے سگنل کسی تیسرے شخص کی غلط نشاندہی بھی کرسکتے ہیں۔

اسی طرح جس جرم میں کئی اشخاص ملوث ہوں،اور الزام کی بناپر بعض ملزمین کا ڈی این اے ٹسٹ کرایا گیا،لیکن دیگر بعض ملزمین ٹسٹ کرانے کو تیار نہ ہوں،تو قاضی انہیں ڈی این اے ٹسٹ پر مجبور کرسکتا ہے،اس لئے کہ قانونی مراحل کی تکمیل کے لئے یہ ٹسٹ ضروری ہے۔

البتہ اس کے لئے ان شرائط وقیود کی رعایت ضروری ہوگی جن کا ذکر اس سے قبل ثبوت نسب کے ذیل میں کیا گیا ہے،تاکہ رپورٹ زیادہ سے زیادہ قابل اطمینان ہوسکے۔(جاری ہے)

قارئین ومقالہ نگار حضرات سے گزارش

بعض احباب ہمیں،اخلاقیات،فضائل ومناقب اور اعراس بزرگان دین کی مناسبت سے مضامین،اشتہارات اور بعض مقامات وشخصیات سے جذباتی وابستگی کی مظہر تحریریں اشاعت کے لئے ارسال فرماتے ہیں۔جبکہ اس مجلہ کا موضوع فقہ المعاملات ہے۔لہذا براہ کرم ہمیں فقہ المعاملات سے متعلق مواد ہی اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔

۲۔مجلہ فقہ اسلامی عوامی پرچہ نہیں بلکہ فقہ المعاملات سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ واہل علم کا ایک علمی وتحقیقی مجلہ ہے اس کے اس معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے معیاری مقالات کی ترسیل کی صورت میں آپ کی معاونت ہمارے لئے باعث

وقت محنت می بری زالله بو چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو